علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ہے بجا شیوہ تسلیم میں مشہور ہیں ہم　　ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم
قصہ درد سناتیں ہیں کہ مجبور ہیں ہم　　نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو مجبور ہیں ہم

عرب معاشرے میں قبل از اسلام عورت کی پیدائش تا موت سرسری جائزہ آپ کے گوش گزار کر رہی ہوں، انداز بیاں گرچہ میرا شوخ نہیں ہے شاید کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

عرب معاشرے میں لڑکی کے پیدا ہونے کو معیوب اور قابل نفرت سمجھا جاتا تھا۔ اور اسے زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اگر زندہ چھوڑ بھی دیتے تو اسے باعث شرم سمجھتے، بیٹیاں ساری زندگی اپنے باپ کے دست شفقت سے محروم رہتی تھیں۔ شادی بیاہ کے معاملہ میں بھی عورت کو اپنی مرضی اور رائے دینے کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا، یہ رواج بھی عام تھا کہ مردوں کے جرائم کی پاداش میں عورتوں کو سزا دی جاتی تھی، اگر کوئی مرد قتل کرتا تو قصاص میں اپنے گھر کی کچھ عورتیں دوسرے فریق کے حوالے کر دیتا۔ جیسا کہ آج بھی ہمارے معاشرے کے کچھ طبقوں میں اس کا رواج موجود ہے، عورتوں کی تمام زندگی اذیتوں میں گزرتی تھی مگر شادی کے بعد تو ظلم وستم کا وہ دور شروع ہو جاتا جو اس کی موت تک جاری رہتا تھا۔

شوہر اپنی بیویوں کو بے دردی سے مارتے پیٹتے تھے۔ معمولی معمولی غلطیوں پر ان کی ناک، کان اور جسم کے دیگر اعضاء کاٹ دیتے تھے اور انہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ عورت کے لئے طلاق یا خلع لینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔

میرا قصور کیا ہے میرے محترم بتا　　. جو ڈھا رہا ہے مجھ پر مسلسل ستم بتا

عرب معاشرے میں مرد کئی کئی شادیاں کرتے تھے، بعض کی شادیاں بے شمار ہوتی تھیں، جب ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو ان کی جائیداد و مال کی طرح ان کی بیویاں بھی بیٹوں میں تقسیم کر دیں جاتی تھیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور ایسی عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تیرے باپ کے نکاح میں رہ چکی ہیں۔

یہ بے حیائی، ایک ناپسندیدہ حرکت اور برا چلن ہے۔

مشرکین عرب میں طلاق کی کوئی حد نہ تھی وہ عورت کو معلق رکھ کر خوب ستاتے تھے۔ بیوی کو

طلاق دے کر الگ کر دیتے، پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رجوع کر لیتے تا کہ وہ آزاد نہ ہو سکے اور کسی دوسرے سے شادی نہ کر سکے، ہندو دھرم میں بیوہ کی دوسری شادی کو عیب سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کی لاش کے ساتھ عورت کو زندہ جلا کر ستی کرنا ان کا مذہبی اور معاشرتی دستور تھا۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اسے منحوس سمجھا جاتا تھا سب اسے حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اس کو خوشی کی کسی محفل میں شریک نہ کیا جاتا تھا۔ بیوہ عورت کے زندہ رہنے کو وہ دشوار سے دشوار تک بنا دیتے، اگر وہ ستی نہ ہوتی تو سر کا بال کاٹ دیتے، فقط سفید لباس پہناتے یا دیوداسی بنا کر مندر کے حوالہ کر دیتے، جہاں یہ بیوہ ہر فرد کی جسمانی خدمات انجام دیتیں۔

عرب اور ہندو دھرم کے علاوہ دیگر مذاہب اور ممالک میں بھی عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ عورتیں جوئے میں ہاری جاتی تھیں۔ بعض معاشروں میں ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے جیسا کہ سکھوں میں آج بھی ہوتا ہے کئی تہذیبیں ایسی بھی گزری ہیں جن میں مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو برہنہ کر کے ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔

مولانا محمد یونس صاحب اپنی کتاب ''بکھرے موتی'' میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> چین کی قدیم تہذیب میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ عورتوں میں شیطانی روح ہوتی ہے اور برائیوں کی طرف انسان کو راغب کرتی ہے۔ تو جاپان والے یہ کہتے تھے کہ عورت ناپاکی سے پیدا کی گئی ہے لہٰذا اسے عبادت سے دور رکھو۔

رومی قانون میں عورت کو مرد سے کمتر سمجھا جاتا تھا تو ایرانی مذہب میں بیویوں کی کثیر تعداد کو قابل انعام قرار دیا جاتا تھا۔

چین میں رواج تھا بادشاہ کے ساتھ اس کی زندہ بیویوں کو دفن کر دیا جاتا تھا۔ ایک یونانی روایت ہے کہ: ''پنڈارا'' ایک عورت تھی جس نے ممنوعہ صندوق کھول کر انسان کو طاعون اور غم کا شکار کر دیا۔ یونانی شاعر ''ہیز یڈ'' نے عورت کو مجسم شر قرار دیا ہے۔

رومیوں نے عورتوں پر اس قدر ظلم ڈھائے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، یہ حقیقت کس قدر آنسو بہانے والی ہے کہ رومیوں نے عورتوں کی زبان بندی کے لئے ان کے منہ پر تالا ڈال دیا تھا، تالے کو وہ ''موزلیسیر'' کہتے تھے۔ (۳)

مصر میں بھی عورتوں پر بے انتہا ظلم ڈھائے جا رہے تھے معروف محقق اور مصنف استاذ عقاد

اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> قدیم مصری معاشرہ میں فراعین اور روساء جائیداد کی خاطر اپنی بہنوں سے اور بیٹیوں سے نکاح کر لیتے تھے۔ دریائے نیل میں ہر سال خوبصورت کنواری لڑکی کو زیور پہنا کر بطور نذر چڑھایا جاتا تا کہ اس کی موت سے دریا کا دیوتا مہربان ہو جائے اور دریائے نیل زور شور سے بہنے لگے۔

ہر درد مند دل کو رونا میرا رلا دے بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

اسلام سے قبل خواتین کو پالتو جانور سے بھی کمتر سمجھا جاتا تھا۔ بڑے بڑے مفکر عورت کو امن و سلامتی کی دشمن، مکر و فریب کا پیکر، برائیوں کی ذمہ دار اور شیطانی آلہ کار کہتے تھے۔ میرے مقالہ میں ان فرسودہ عقائد، نظریات اور رسومات کی فقط ایک جھلک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب، تاجدار اسلام ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عورت کے مقام و مرتبے کو بلند فرمایا:

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا کوئی پردہ سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

آپ ﷺ نے لوگوں کو بتلایا کہ اے لوگو! یہ عورت اگر بیٹی کے روپ میں ہے تو تمہاری عزت ہے، اگر بہن ہے تو تمہاری ناموس ہے، اگر بیوی ہے تو تمہاری زندگی کی ساتھی ہے، اور اگر ماں ہے تو تمہاری جنت اس کے قدموں تلے ہے۔

انداز بیاں اگرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حواشہ وحوالہ جات:

۱۔ سورہ نحل، آیت ۵۸۔۵۹

۲۔ شرح سنن ابوداؤد

۳۔ تاریخ اخلاق یورپ

خواتین کے حقوق بحیثیت بیوی

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

ثمر شکیل

ایم اے اسلامک اسٹڈیز، سال دوم

ایک مقصد ہے نمایاں آج کی تقریر کا رُخ بدلنا ہے مجھے اب وقت کی تصویر کا

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا میاں بیوی کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''وہ تمہارا لباس ہے اور تم اُن کا لباس ہو'' یہاں لباس کا مقصد زیب و زینت بھی ہے اور ستر پوشی بھی، حیاء بھی ہے اور حسن بھی ایک دوسرے کی تکمیل بھی ہے اور پوری انسانیت کی بقاء و افزائش بھی اور یہ رشتہ دوسرے تمام رشتوں کی اساس بھی ہے کیونکہ انسانی سفر کا آغاز اسی رشتے سے ہوا ہے، اس مقدس رشتے کی سازگاری اور استواری کے لئے شریعت نے کچھ حقوق اور کچھ حدود مقرر کی ہیں دونوں کے کچھ حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی انکا ذکر کرنا چاہوں گی۔

میرے کلام میں ہے نور بھی اور اندھیرا بھی طوفان کا طرز بھی تڑپ کا عفور بھی

یہ دنیا منفی و مثبت کے باہمی عوامل کے اشتراک سے چل رہی ہے اور اس کائنات کا سارا نظام بھی اسی بنیاد پر قائم ہے۔

مرد و عورت کے مقابلے میں جسمانی اور دماغی لحاظ سے قوی تر ہے مرد کی فوقیت اللہ نے اس معاشرہ کے حسن انتظام کو بہتر طور پر چلانے کے لئے رکھی ہے، مرد اور عورت مساوی درجہ پر فائز ہیں، یہ بات اس طرح واضح طور پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک طرف اگر مرد کے حقوق ہیں تو دوسری طرف اس پر فرائض کی لائن لگی ہوئی ہیں، اسی طرح عورت پر فرائض کا بار ہے تو اس کے حقوق بھی بے پناہ ہیں۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں!!

حقوق کے سلسلے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

عورتوں کے دستوری طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ مرد چونکہ بعض اسباب کی بناء پر عورتوں پر تقدم رکھتے ہیں، جس کا اعلان قرآن میں ہوتا ہے:

''مرد عورتوں کے قوام اور محافظ ہیں۔''

اس آیت میں مرد کو اس قدر ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں کہ بیوی کی تمام ضروریات زندگی سے لے کر اس کے جان و مال کی حفاظت اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۱ کے مطابق ''شادی ایک میثاق کی مانند ہے اور ایک مقدس معاہدہ ہے''

اسی لئے خاتم النبیین رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ ''اے جوانو تم میں سے (جو مہر و نفقہ ادائیگی کی) استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کریں کیونکہ اس سے نگاہ محفوظ رہتی ہے اور اخلاق کی حفاظت ہوتی ہے، اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے''۔ روزے رکھنے کا حکم یہاں اس لئے ہے کہ اس سے انسان محفوظ رہتا ہے، گناہوں سے اور کنٹرول کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیوی کا تم پر حق یہ ہے کہ جیسا تم کھاؤ بیوی کو بھی کھلاؤ اور جیسا تم پہنو بیوی کو بھی پہناؤ اور اس کے منہ پر مت مارو اور اس سے ملنا جلنا مت چھوڑو اس حدیث مبارکہ ہیں رسول اکرم ﷺ نے پہلا حق یہ بتایا جیسا خود کھاتے ہو یعنی تم جس قدر استطاعت رکھتے ہو اچھا کھانا کھلانے کی اسکو کھلاؤ یعنی اپنی بیوی کو بھوکا نہ چھوڑ دو یا اپنی حیثیت سے کمتر سلوک نہ رکھو کہ خود تو اچھے سے اچھا کھاؤ اور جب بیوی کی باری آئے تو اسے حقیر جان کو بچا کھچا کھانا دے دو اور اس سے منہ پھیر لو جیسا کہ زمانہء جاہلیت میں ہوتا تھا کہ بیوی سے سارے گھر کا کام کاج کروایا جاتا تھا اور جب کھانے کا وقت ہوتا تو دو روٹی بھی پیٹ بھر کے نہ دیتے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جیسا تم پہنو اسے (بیوی) پہناؤ یعنی بیوی کا حق ہے کہ اُسے اچھے سے اچھا لباس پہنایا جائے، جیسا کہ محاورہ ہے کہ پیٹ میں کھایا کس نے دیکھا تن پہ پہنا سب نے دیکھا، اور انسان کی حیثیت کا اندازہ اس کے لباس سے لگایا جاتا ہے کہ اگر اس نے لباس اچھا پہنا ہوگا تو لوگ اس کی عزت کریں گے اور اگر وہ پھٹے پُرانے